اظہار تسامح

محترم محمد الفضا د صاحب (مدیر اعزازی نغمہ) ''نغمہ توحید'' محرم الحرام ۱۴۲۳ھ میں اپنے مضمون کے آخر میں رقم طراز ہیں ''.......... پیر جی حضرت مولانا سید عطاء المہیمن شاہ بخاری کے ذمہ راقم الحروف کا ایک چھوٹا سا ادھار ہے۔ پیر جی نے کہروڑ پکا میں من صلی عند قبری سمعتہ کے بارے میں فرمایا: ''یہ بات صحیح ہے کہ محمد بن مروان سدی صغیر اس روایت کا راوی ہے اور وہ کذاب ہے۔ وغیرہ لیکن جو روایت ابوداؤد میں ہے وہ دوسرے طرق سے ہے اور اس میں محمد بن مروان راوی نہیں ہے''۔ ابوداؤد میں یہ روایت من صلی علی عند قبری سمعتہ کہاں ہے؟ مولانا سید عطاء المہیمن شاہ بخاری مدظلہ اس روایت کا حوالہ بتادیں۔ سید کفیل شاہ بخاری اگر کچھ کر سکتے ہیں تو ابوداؤد شریف سے اس روایت کا حوالہ ''نقیب ختم نبوت'' میں شائع کردیں۔ ہم انتظار کریں گے۔ جب تک حوالہ نہ ملے گا ہم ان کی کسی بات کا جواب نہ دیں گے''۔

من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائباً ابلغتہ (مشکوٰۃ) پر محترم محمد الفضا د صاحب اس کے راوی سدی صغیر کی وجہ سے معترض ہیں اور ان کا مطالبہ ہے کہ یہ حدیث دوسرے طریق سے دکھائی جائے، پیش کی جائے تو پھر لیجئے یہ روایت دوسرے طریق سے پیش خدمت ہے۔ قبول فرمائیں!

حدثنا عبدالرحمن بن احمد الاعرج حدثنا الحسین بن الصباح حدثنا ابو معاویہ حدثنا الاعمش عن ابی الصالح عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عندی قبری سمعتہ ومن صلی علی من بعید اعلمتہ

''جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا، میں اسے سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے بتلایا جاتا ہے'' (جلاء الافہام لحافظ ابن قیم)

آنجناب کا اعتراض ہے کہ ابوداؤد شریف کا حوالہ دیا گیا ہے لہٰذا ابوداؤد شریف سے ہی حوالہ دکھایا جائے تو جناب یہ روایت واقعی ابوداؤد شریف میں نہیں ہے۔ ابوداؤد شریف کا حوالہ دینا تسامح ہے جس کا اظہار کرنا ہمارے لئے کوئی عار نہیں ہے۔ ایسے ہی جیسے آنجناب سے حوالہ دیتے ہوئے مندرجہ ذیل تسامح ہوا ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا (سدی صغیر اور اس کی بیان کردہ روایت من صلی عند قبری سمعتہ کے بارے)

امام ابن کثیر فرماتے ہیں: ''یہ حدیث متروک یعنی ناقابل عمل ہے''۔

محدث ابن نمیر اور ابن حبان کہتے ہیں: ''یہ حدیث ضعیف اور موضوع ہے''۔

جریر فرماتے ہیں: ''محمد بن مروان کذاب ہے''۔

امام نسائی کہتے ہیں: ''متروک الحدیث ہے''۔

ابن حبان کہتے ہیں: ''یہ ان لوگوں میں سے ہے جو روایتیں گھڑا کرتے تھے''۔ (میزان الاعتدال، ص ۱۳۴، جلد ۳)

جبکہ یہ سب کچھ ہوگا کہیں ضرور، مگر میزان الاعتدال میں نہیں۔ غالباً آپ کا تسامح ہے۔

جناب محمد الفضا د صاحب، لیجئے! ہم نے اُدھار چکا دیا ہے۔

ابو صالح ہاشمی

علامہ حسین میر کاشمیری

دنیائے ادب کی باغ و بہار شخصیت

ہمسایہ ہونے کے ناطے ''دارِ بنی ہاشم'' کے مکینوں سے میری دوستی اور محبت کے تعلقات گزشتہ بائیس سالوں سے ہیں۔ احاطہ میں نو تعمیر شدہ مسجد کے سامنے لسوڑی کے دو درخت ہیں، حافظ وکیل شاہ صاحب جو بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ میرے ہم پیشہ بھی ہیں نماز عصر سے فارغ ہو کر لسوڑی کے نیچے کھڑے ہو کر گھنٹوں مختلف موضوعات پر گپ شپ کرتے ہیں گویا یہ لسوڑی بھی میرے لئے نخل طور سے کم نہیں کیونکہ اسی کے نیچے سید عطاء المحسن شاہ صاحبؒ کے ساتھ کئی ادب و شعر کی محفلیں برپا ہوئیں۔ اسی ''لسوڑی گپ شپ'' کے دوران ایک دن حافظ وکیل شاہ صاحب فرمانے لگے علامہ حسین میر کاشمیری کو جانتے ہو؟ میں نے فوراً کہا ظہیر کاشمیری کو جانتا ہوں، کہنے لگے چھوڑ و یار! میں علامہ حسین میر کاشمیری کی بات کر رہا ہوں پھر انہوں نے تعارف کچھ اس طرح کرایا۔

علامہ حسین میر کاشمیری درمیانہ قد، گندمی رنگ، بھاری بدن، گھنی اور بڑی داڑھی والے بزرگ لاہور میرے ہم نشین تھے جو شیروانی کے ساتھ سر پر رومی ٹوپی پھندنے والی پہنتے جب وہ مٹھیاں بھینچ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے چلتے تو پھندنا ہمہ وقت لہراتا رہتا۔ بس یوں سمجھئے کہ سر سید احمد خان کی کاربن کاپی تھے۔ جس محفل میں ہوتے وہ کشتِ زعفران بن جاتی اور جس گلی سے گزرتے قہقہوں کی گونج سنائی دیتی۔ اس کے بعد ان کی شخصیت سے متعلق کئی واقعات سنائے اور کئی دلچسپ باتیں سید عطاء المحسن شاہ صاحبؒ کی زبانی بھی سنیں لیکن علامہ حسین میر کاشمیری کا خوبصورت تعارف آغا شورش کاشمیریؒ نے کچھ اس طرح کرایا ہے۔

جسامت کے اعتبار سے فسانۂ آزاد، سر تا پا قہقہہ، جاندار قہقہہ، گول چہرہ، موٹی موٹی لیکن گھومتی پھرتی آنکھیں ،طبیعت بھی شگفتہ مزاج بھی شگفتہ، اس سن و سال میں بال کھچڑی ہو گئے ہیں، ابھی تک جوانی دیوانی کا کھلنڈرا پن موجود ہے۔ اگر ان کے چہرے میں سے ثلث خارج کر دیا جائے تو سر سید کے ہم شکل ہوتے۔ علامہ ان کے نام کا حصہ ہے۔ جیسے بیدار بخت کے نام کا جزو آقا ہے۔ آج کل کے علمائے دین سے زیادہ عربی میں درک رکھتے ہیں۔ بات بات میں آیات الٰہی سے استدلال کرتے ہیں۔ اردو بھی رواں بولتے ہیں۔ پنجابی بھی رواں، انگریزی میں بھی ٹرت پھرت ہیں''۔

علامہ امرتسر جیسے مردم خیز خطے میں پیدا ہوئے اپنے دوست نہال سنگھ کی بیٹھک میں تاش کھیلتے کھیلتے میٹرک کرلیا۔ ڈاک و تار میں ٹیلی گرافسٹ بھرتی ہو گئے۔ ٹکٹیں بیچ کر دوستوں کی خاطر مدارت کرتے۔ ۱۹۱۲ء میں شادی ہوئی، محکمہ

ڈاک وتار کی ملازمت کو خیر باد کہہ دیا اور ٹکٹیں بیچنے کا گر اپنی جگہ آنے والے سکھ کو بتا آئے جو جلد ہی پکڑا گیا۔ اس کے بعد پونے نو سال ریلوے میں بطور ٹیلی گرافسٹ کام کیا اور جہاں بھی گئے، داستاں چھوڑ آئے اور پھر یہ ملازمت بھی چھوڑ دی۔

مولانا ظفر علی خاںؒ کسی سلسلے میں امرتسر گئے، ان کی ملاقات علامہ سے ہوگئی۔ مولانا آپ سے اتنا متاثر ہوئے کہ آپ کو اپنے ساتھ لاہور لے آئے اور ''زمیندار'' اخبار میں مترجم کے طور پر اپنے عملے میں شامل کر لیا اور پھر جلد ہی ادارتی عملے میں شامل کر دیئے گئے۔ ۱۹۲۶ء میں لاہور سے ہفت روزہ ''ضیافت پنچ'' جاری کیا، جس میں مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت مضامین لکھتے۔ خبروں کا بھرتا، اجمیر کی دیگیں، چٹنی و کھچڑی، پلاؤ کے ارتقائی مراحل، علامہ نے ''زمیندار''، ''آزاد''، ''احسان''، ''انقلاب'' اور ''آفاق'' جیسے اخبارات میں کام کیا۔ بقول شورشؒ تمام زندگی اخبارات میں ترجمہ کرتے رہے۔ جس زمانے میں ظفر علی خاں، سالک، مہر کا طوطی بولتا تھا۔ انہیں اوّل درجے کا مدیر مخابرات تسلیم کیا گیا۔ علامہ خبروں کا ترجمہ اپنے مخصوص انداز میں کرتے۔ مثلاً کسی خبر میں ملکہ الزبتھ کا ذکر آ گیا تو والی تخت برطانیہ، سربراہ دولت مشترکہ سے لے کر حامی دین متین اس کے سترہ سرکاری القاب خبر میں شامل کر دیتے۔ علامہ کے پاس کسی سیاسی لیڈر کا بیان ترجمہ کیلئے آیا اور انہیں کوئی بات پسند نہ آئی تو درمیان میں اپنا تبصرہ ضرور شامل کر دیتے۔ مثلاً یہ بات فضول ہے، ایسی بات کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے، انسان بنو، یہ بات خلاف واقعہ ہے۔ جناب ضیاء الاسلام انصاری لکھتے ہیں کہ ایک بار پنڈت نہرو کا بیان انہیں دیا گیا جس کا کچھ حصہ تنازعہ کشمیر سے متعلق تھا اور پنڈت جی نے حسب معمول کہا کہ مقبوضہ کشمیر اسمبلی کے انتخابات کے ذریعے کشمیری عوام ریاست کے بھارت سے الحاق کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ اس کے آگے بریکٹ میں علامہ نے لکھ دیا ''حرام زادہ بکواس کرتا ہے''۔

آپ کی جہازی سائز داڑھی کی وجہ سے لوگ آپ کو سرسید احمد خان کہتے تو آپ فرماتے کہ میری اور سرسید کی داڑھی میں بہت فرق ہے۔ سرسید نے داڑھی اپنے گلے کے غدود چھپانے کیلئے رکھی ہے جبکہ میں نے سنت سمجھ کر۔

مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم کی داڑھی مختصر تھی۔ ایک دفعہ دوران خطبہ کسی نے کھڑے ہو کر اعتراض کیا، آپ کی داڑھی شرعی نہیں۔ لہٰذا ہم آپ کا خطبہ سننے کو تیار نہیں۔ علامہ فوراً اٹھے اور کہا ''بابا جی! اگر داڑھی دیکھنے کا شوق ہے تو میری طرف دیکھئے، اگر علم کی بات سننے آئے ہیں تو دھیان مولانا کی طرف لگائیے، داڑھی میری دیکھیں اور خطبہ مولانا کا سنیں''۔

علامہ اپنی داڑھی سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک فلم ''انارکلی'' میں کام بھی کر چکے تھے۔ اسی لئے لوگ چھیڑتے ہوئے انہیں ''حسین میر موچنا'' کہتے، واقعہ کچھ یوں ہے: ''انارکلی نام کی سب سے پہلی فلم میں بمبئی کی شہرہ آفاق اداکارہ ''سلوچنا'' نے ہیروئن یعنی انارکلی کا پارٹ ادا کیا۔ اس فلم کا پہلا حصہ بمبئی اور دوسرا لاہور میں فلمایا گیا۔ اس فلم میں حسین و جمیل سلوچنا کو قتل کے الزام میں سزائے موت سنائی جاتی تھی۔ فلم ڈائریکٹر کو لمبی داڑھی والے حضرات کی ضرورت تھی جو قاضی اور مفتیوں کا رول ادا کر سکیں۔ ڈائریکٹر نے سالک صاحب سے مشورہ کیا۔ علامہ ان دنوں ''انقلاب'' میں کام کرتے تھے۔ چونکہ آپ تن و توش اور داڑھی میں سب سے سینئر تھے۔ اس لئے قاضی کیلئے فوراً آپ کا نام دے دیا گیا۔ اس طرح علامہ کو قاضی اور پانچ مختلف اخبارات کے کاتبوں کو مفتیوں کا پارٹ ادا کرنے کیلئے منتخب کر لیا گیا۔ فلم ڈائریکٹر نے میک اپ کے ذریعے ان کی

اڑھیاں سفید کر دیں۔ لارنس گارڈن میں ایک بڑ کے درخت کے نیچے قالین بچھا کر گاؤ تکیے لگا دیئے گئے۔ جس سے یہ منظر مغلیہ سلطنت کی عدالت کا صحیح نقشہ پیش کرتا تھا۔ اس اثنا میں ملزمہ ''سلوچنا'' کو عدالت کے روبرو پیش کیا گیا۔ عدالت نے شریعت کے مطابق سلوچنا سے سوالات پوچھے تو ملزمہ نے اشک بھری آنکھوں سے اقبال جرم کر لیا۔ قاضی نے مفتیوں سے رائے پوچھی، سب نے متفقہ فتویٰ دیا چونکہ ملزمہ اقبال جرم کر چکی ہے۔ لہٰذا اسے سزائے موت دی جائے۔ قاضی نے فتویٰ پر دستخط کر دیئے جس کے مطابق سلوچنا کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ عوام کی کثیر تعداد اس منظر کو دیکھتے ہوئے قاضی اور مفتیوں کو صلواتیں سنا رہی تھی کہ ان میں سے اگر کوئی بھی صاحب ذوق ہوتا تو خود مر جاتا مگر سلوچنا پر آنچ نہ آنے دیتا۔ اگرچہ اس فلم میں کام کرنے سے علامہ کو اچھا خاصا معاوضہ مل گیا مگر دن میں کئی کئی بار داڑھی دھونے کے باوجود دو ہفتے تک، اپنی اصلی حالت میں نہ آ سکی۔ اس صورت حال پر مولانا چراغ حسن حسرت نے یہ نظم کہی اور چپکے سے ''زمیندار'' میں شائع کرا دی۔

حسین میر موچنا — یہ کہہ گئی سلوچنا
نہ لیپنا نہ پوچنا — زمیں پہ بیٹھے سوچنا
سلوچنا کے موچنے سے — بیٹھے بال نوچنا
حسین میر موچنے کا — موچنا دبوچنا

یہ نظم اس قدر مشہور ہوئی کہ ہر واقف کار انہیں حسین میر موچنا کہہ کر مخاطب کرتا، کئی مرتبہ تو یوں بھی ہوا کہ کسی نے ٹیلی فون کیا ''ہیلو! کون''؟ ''حسین میر بول رہا ہوں''۔ اچھا حسین میر موچنا اور علامہ اسے ٹیلی فون پر بے نقط سنانے لگے۔ اور اس نے فون بند کر دیا۔ اس نظم کی وجہ سے علامہ، مولانا حسرت سے کئی دنوں تک خفا بھی رہے۔

قادیانیوں کے خلاف کسی تحریک کے دنوں کی بات ہے کہ علامہ نے امرتسر کی جنازہ گاہ میں حکومت وقت کے خلاف سخت تقریر کی۔ بعد میں اس کا احساس ہوا، پانی سر سے گزر چکا تھا، باہر نکلے تو خفیہ والوں نے گھیر لیا اور نام پوچھا تو علامہ نے مشہور کالم نگار عطاء الحق قاسمی کے والد مولانا بہاء الحق قاسمیؒ کا نام لکھوا دیا۔ مولانا کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گئے اور وہ تین ماہ کیلئے جیل چلے گئے۔ قید کاٹ کر باہر نکلے تو استقبال کرنے والوں میں علامہ سب سے آگے تھے۔ مولانا کو دیکھتے ہی فرمانے لگے ایک غلط سے عیسیٰ دار پر لٹکا دیئے گئے اور تم جیل میں، پھر گلے لگ کر کہنے لگے: ''ہمیں دعائیں دو، تمہیں لیڈر بنا دیا''۔

مشہور صحافی مقبول احمد اپنی یادداشتوں میں لکھتے ہیں کہ ''میرا بیٹا منظور احمد گورنمنٹ کالج میں داخلہ لینا چاہتا تھا جبکہ اس کے میرٹ سے پانچ نمبر کم تھے۔ میں نے علامہ حسین میر سے کہا کہ پطرس بخاری (جو اس وقت پرنسپل تھے) آپ کے دوست ہیں۔ منظور احمد کو داخل کرا دیجیے۔ پطرس بخاری خود انٹرویو کر رہے تھے۔ جب انہوں نے منظور احمد کو پکارا تو علامہ بھی اس کی معیت میں اندر داخل ہو گئے۔ پطرس کھلکھلا کر ہنس پڑے اور کہا میں نے تجھے نہیں بلایا تو کیوں اندر آیا ہے؟

علامہ: میں اپنے بھتیجے کو داخل کرانے آیا ہوں۔

پطرس: تیرا کوئی بھائی ہی نہیں، بھتیجا کہاں سے آ گیا؟

علامہ: جناب میرے جرنلسٹ بھائی کا بیٹا ہے اور اسے گورنمنٹ کالج میں داخل کرانا میرا فرض ہے۔

پطرس: کوئی سیکنڈ ڈویژن داخلے کا مجاز نہیں۔فرسٹ ڈویژن سے اس کے پانچ نمبر کم ہیں۔

علامہ: تو آپ کس مرض کی دوا ہیں، پانچ نمبر بھی پورے نہیں کر سکتے۔

پطرس: بھائی کمرے میں جگہ نہیں۔

علامہ: آپ اسے داخل کرلیں، یہ دروازے میں بیٹھ کے لیکچر سن لے گا۔

پطرس: کوئی فالتو کرسی نہیں، جس پر اسے بٹھایا جائے۔

علامہ: یہ اپنے گھر سے کرسی لے آئے گا۔

اس پر پطرس نے قہقہہ لگایا اور کہا: ''جان! چھوڑو، مجھے کام کرنے دو'' اور منظور داخل ہوگیا۔علامہ رخصت ہونے لگے تو پطرس بخاری نے کہا آج شام تم میرے ہاں کھانے پر مدعو ہو، میں سات بجے تک تمہارا منتظر رہوں گا، ہاں کوئی تازہ غزل کہی ہو تو ساتھ لیتے آنا۔

علامہ کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے مغربی امرتسر کے ایک بہت بڑے چوک میں ''گپ سیمینار'' کا اہتمام کیا ،جس میں گپ ہانکنے کا عملی مقابلہ ہوا اور تخلیقی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والوں کو بیش قیمت انعامات دیئے گئے۔

علامہ پوری زندگی اوّل طعام بعد کلام کے قائل رہے۔اس سلسلے میں وہ کئی کانفرنسیں بھی منعقد کیا کرتے تھے۔مثلاً بونگ کانفرنس، پلاؤ کانفرنس، کباب کانفرنس، مرغ کانفرنس، ان کانفرنسوں کے مندوبین برصغیر کی عظیم شخصیات ہوتی تھیں، مثلاً سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، چودھری افضل حقؒ، چراغ حسن حسرت، مولانا مرتضیٰ احمد میکش، مولانا غلام رسول مہرؒ، شیخ حسام الدینؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، آغا شورش کاشمیریؒ، پطرس بخاریؒ، عبدالمجید سالکؒ اور صوفی غلام مصطفیٰ تبسمؒ۔ہر کانفرنس کے اختتام پر قراردادیں پاس کرائی جاتیں۔مثلاً ایک بونگ کانفرنس کے خاتمے پر یہ قرارداد پاس ہوئی۔

کانفرنس میں ارائیں برادری سے مطالبہ کیا گیا کہ کریلوں کی کاشت کا کوئی ایسا طریقہ ایجاد کیا جائے کہ قیمے سے بھرے ہوئے کریلے برآمد ہوں۔ (محرک حسین میر)

ایک اور بونگ کانفرنس کی قرارداد دیکھئے!

۱)۔بونگ کانفرنس فخرِ قوم سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ''قادیانی اعتکاف'' صوفیانہ حجرہ نشینی اور قبل از وقت کرٹک کو قومی مفاد کیلئے خطرناک ٹھہراتی ہے۔

۲)۔کانفرنس سویٹ بخارا کے محکمہ کانجی ہاؤس سے درخواست کرتی ہے کہ ایک ایسی ٹٹوی پلان بغیر امرتسر بھیجی جائے جس پر سوار ہوکر شاہ صاحب کو ان کے وطن مولوف بخارا واپس کردیا جائے۔تاکہ وہاں انور پاشا کے مرقد مبارک کی مجاوری سنبھال لیں۔(محرک جناب عارف گجراتی.......... محرک مولانا ظفر علی خان)

پلاؤ کانفرنس کے نتیجے میں لکھا گیا مضمون ''پلاؤ کے ارتقائی مراحل، تاریخ کی روشنی میں'' جہاں علامہ کی شکم افروز

بصیرت کی نشاندہی کرتا ہے، وہاں ان کے دستر خوانی علمی خزانے کو بے نقاب بھی کرتا ہے۔ اس کا اندازہ پلاؤ کی ان اقسام سے ہوتا ہے جو علامہ نے گنوائی ہیں۔ مثلاً نورتن پلاؤ، سالار جنگ پلاؤ، منور پلاؤ، چنبیلی پلاؤ، اور یارقندی پلاؤ، علامہ کے مطابق پلاؤ کی تعریف یہ ہے کہ جو دہی اور شوربے کے بغیر حلق سے اتر جائے۔ پنجاب والے جسے پلاؤ کہتے ہیں، علامہ نے اُسے ''گھسن پلاؤ'' کا خطاب دیا ہے۔ علامہ نے اس مضمون میں ہندوستان اور خصوصاً مسلمانوں کے عروج وزوال کو پلاؤ سے منطبق کیا ہے۔ اسی لئے آخر میں پلاؤ کے نشاۃ ثانیہ کی امیدیں دلائی ہے۔

''پلاؤ کی ترقی کا دور ختم ہوگیا مگر پلاؤ کا نہیں۔ اس کیلئے نشاۃ الثانیہ مقدر ہوچکی ہے۔ وہ زندہ ہوگا، طاقت پکڑے گا اور اس کی عظمت کا جھنڈا دنیا کے ایوانوں میں پھر لہراتا نظر آئے گا''۔

علامہ کا ہر کام نیا اور انوکھا ہوتا تھا۔ ان کی صلاحیتوں کے سبھی قائل تھے۔ پورے ہندوستان میں کوئی ان سے یہ استفسار نہیں کرسکتا تھا کہ ''اسے علامہ کون کہتا ہے''؟ ان کا یادگار تاریخی خطبہ ان کے تبحر علمی کا غماز ہے۔

الحمد للقیصر والڈپٹی کمشنر .اتقواء من فراسة الپولیس فانها بنور الانگریز لا ایمان لمن لا کارله، ولا کوٹھی له، ولا تیلی فون له، وهی الاجیٹیش فان لاجیٹیشن تهدی الی سنٹر ل جیل و من صل مع الـلیگ فلا هادی له، و من هُدی مع الاحرارِ فلا مضلّ له، ٥ وعلیکم بالفلوس والڈولر و من کان فی جیبه ڈولر فله، کرسیه فی الدفتر.

ترجمہ: ''سب تعریفیں قیصر یعنی بادشاہ کیلئے اور ڈپٹی کمشنر کیلئے۔ ڈرو تم پولیس کی فراست سے، بیشک وہ انگریز کا نور ہے۔ اس شخص کا کوئی ایمان نہیں، جس کے پاس کار نہیں، کوٹھی نہیں اور ٹیلی فون نہیں۔ جان لو! یہ ایجی ٹیشن ہے اور ایجی ٹیشن سنٹرل جیل کی طرف جاتی ہے۔ جس نے لیگ کا ساتھ دیا، اس کا کوئی ہادی نہیں اور جس کو احرار کے ساتھ راہ دکھائی اُسے گمراہ کوئی نہیں کرسکتا اور تم پر پیسے اور ڈالر لازم ہیں اور جس کی جیب میں ڈالر ہیں اس کیلئے دفتر میں کرسی ہے''۔

علامہ حسین میر کاشمیری کی پانچ چھ کتابیں شائع ہوئیں لیکن ان کی بیشتر تحریریں اور کلام غیر مدوّن ہے۔ علامہ نے ایک خوبصورت سفر نامہ ''داستان ہجرت'' کے نام سے لکھا ہے جو ہمارے ہاں شامل نصاب کئی سفر ناموں سے بہتر ہے۔ علامہ نے پشاور سے کابل تک کے سفر میں جو مشاہدہ کیا، اسے بلا کسی جھجک کے لکھ دیا۔ کابل میں طہارت کا جو معیار علامہ نے مشاہدہ کیا اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

''اس سے بڑھ کر کراہت کی بات یہ نظر آئی جس جس افسر کو پیشاب کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس نے وہیں کونے میں کھڑے کھڑے چینا بھگا بغیر استنجے کے پتلون کا بٹن باندھ لیا اور اگرچہ پانی کی نہر قریب تھی۔ تاہم نماز کیلئے تیمم کو ہی کافی سمجھا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نماز صرف دکھاوے اور رسم پوری کرنے کیلئے پڑھی جاتی ہے''۔

علامہ کی مزاحیہ سیاسی شاعری، نمکین غزلیں، خوبصورت تحریفات اور سہرائے ضیافت اپنی معاصر شاعری میں کسی درجہ کم نہیں ہے۔ جنگی پبلسٹی کے سلسلے میں ایک بہت بڑا مشاعرہ منٹو پارک لاہور میں ہوا۔ وزیر تعلیم میاں عبدالحئی میر مشاعرہ

تھے۔ جب علامہ کا نام پکارا گیا تو انہوں نے اس تمہید کے ساتھ اپنی غزل پیش کی ۔ زمینی انقلابات تو آپ آئے دن مشاہدہ فرماتے آئے ہیں ۔ اب ذرا انقلاب آسماں کی ہلکی سی کیفیت ملاحظہ فرمائیں!

کیا خبر تھی انقلاب آسماں ہو جائے گا — قورمہ قلیہ نصیب احمقاں ہو جائے گا
کیک بسکٹ کھائیں گے الو کے پٹھے رات دن اور — شریفوں کیلئے آٹا گراں ہو جائے گا
اے بھنے تیتر! نہ ڈر باورچیوں کی قید سے — پیٹ میرا تیری خاطر آشیاں ہو جائے گا
سرخرو ہو جائے گا ہر ساکن ہندوستاں — مرغ کی گردن سے جس دم خوں رواں ہو جائے گا
اے سکندر مرغ کا شوربہ ہے آب حیات — خضر بھی اگر اس کو پی لے جواں ہوجائے گا

دراصل ان اشعار میں علامہ سائمن کمیشن کی سفارشات پر ملنے والے ڈومینن سٹیس کو پیش کر رہے ہیں۔ ایک اور غزل کے دو اشعار جو جگر مراد آبادی کی غزل کی پیروڈی ہے۔

بھنے تیتر کھلا کر جان ڈالی جسم مردہ میں — تیرے ہوٹل کا بٹلر ابن مریم ہوتا جاتا ہے
گرائے کوفتوں کے بم یہاں کس رشک ہٹلر نے — ہمارا پیٹ قصر بکنگھم ہوتا جاتا ہے

''جذبات عالیہ'' کے عنوان سے اشعار ملاحظہ کیجیے!

مسجد میں وقت شام عجب ماجرا ہوا — مُلا کا دم پلاؤ خوری میں خطا ہوا
سینی میں اس غضب کا ہو کھانا چنا ہوا — خوشبو سے جس کی جی اٹھے مرغا بھنا ہوا
چوکے میں دال کھا کے جو پنڈت نے لی ڈکار — مردے اٹھے کہ شور قیامت بپا ہوا
لیموں نچوڑ کھا کے مزعفر کی ایک دیگ — کہنے لگے کہ شکر ہے کچھ ناشتہ ہوا
حسرت سے کہہ رہا تھا کل ایک پیر فاقہ کش — مطبخ میں مرگیا جو بشر اولیاء ہوا
مرکر بھی یاد تازہ رہے گی پلاؤ کی — چولہے کے پاس سوختہ جو مقبرہ ہوا

عبدالمجید سالک نے تحریک خلافت کے دنوں میں ایک بلند پایہ نظم کہی۔ علامہ کو بہت پسند آئی ۔ علامہ نے 'پیٹوؤں کا جنگی ترانہ' کے نام سے پیروڈی کی۔

تم ہی سے اے شکم ! ورو توا اور پرات ہے — تمہاری تو ندمایہ ''قدوراسیات'' ہے
تمہاری ہی ڈکار سے خروش شش جہات ہے — ضیافتی مجاہدو! تمہاری کیا ہی بات ہے

....

کرو جو بزم میں کبھی نمائش دلاوری — تو کانپ جائے میز پر رکابی اور طشتری
جو گردن پرند پر رواں ہو تیز تر چھری — تو جذبہ شکم وری یہ کہہ اٹھے ''ہری ہری''

....